لغات و اعرابِ قرآن (۹۲)
پروفیسر حافظ احمد یارؒ

سُوْرَةُ الْبَقَرَة

آیت ۱۰۹ - ۱۱۰

(گزشتہ سے پیوستہ)

ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کیلئے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے۔ اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیر مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحثِ اربعہ (اللغۃ' الاعراب' الرسم اور الضبط) میں سے زیر مطالعہ مبحث کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی علی الترتیب اللغۃ کیلئے ۱' الاعراب کیلئے ۲' الرسم کیلئے ۳ اور الضبط کیلئے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے۔ بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیر بحث آتے ہیں اس لئے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لئے نمبر ۱ کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے۔ مثلاً ۲:۵:۱(۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲:۵:۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھٰکذا۔

۲ : ٦٦ : ۱(۵) [فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ]

عبارت میں دو کلمات (اعفوا/ اصفحوا" نئے یعنی پہلی دفعہ (بلحاظ مادہ) آئے ہیں' جن کی وضاحت توجہ طلب ہوگی۔ باقی کلمات بلحاظ اصل پہلے گزر چکے ہیں۔

❶ "فَاعْفُوا" یہ دراصل "فَ" + "اُعْفُوا" ہے جس میں ہمزۃ الوصل "فَ" کے ساتھ ملا کر بصورتِ "فَا" لکھا جاتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا---- ابتدائی فاء (فَ) عاطفہ ہے جو یہاں فاء رابطہ بھی ہو سکتی ہے اور فاء فصیحہ بھی۔ مزید دیکھئے البقرہ :۲۲ [۲: ۱۶: ۱ (۱۰)] نیز آگے "الاعراب" میں۔ بہرحال اِس کا اردو ترجمہ "سو پھر/ پس پھر/ پس/ تو" سے ہی ہو گا۔

● "اُعْفُوا" کا مادہ "ع ف و" اور وزن اصلی "اُفْعُلُوْا" ہے یعنی یہ فعل امر حاضر کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ یہ دراصل "اُعْفُوُوْا" تھا' پھر ناقص کی گردانوں میں استعمال ہونے والے قاعدہ

ـُـ وُوا = ـُـ وْا" کے مطابق پہلی "و" (جو بوجہ ضمہ (ـُـ) ثقیل تھی) گر کر صورتِ کلمہ "اُعْفُوا" رہ گئی۔ جس کا وزن اب "اُفْعُوا" رہ گیا ہے۔ اِس کی املاء "اُعْفُوا" میں آخری صامت الف جو الف الوقایہ کہلاتا ہے' واو الجمع پر ختم ہونے والے تمام صیغوں کے آخر پر لکھا جاتا ہے' تاہم یہ پڑھنے میں نہیں آتا۔ اور اسی لئے عرب اور افریقی ممالک کے مصاحف میں اس پر الف زائدہ صامتہ کی علامت باریک گول دائرے "ہ" کی صورت میں ڈالتے ہیں۔ یعنی "فَاعْفُوْا"۔ برصغیر کے مصاحف میں اِس الف کو ہر طرح کی علاماتِ ضبط سے خالی رکھا جاتا ہے جس کا مطلب ہے یہ تلفظ میں نہیں آئے گا۔

● اِس مادہ (ع ف و) سے فعل مجرد "عَفَا يَعْفُوْ عَفْواً" (ماضی دراصل "عَفَوَ" تھی جس میں " ـَـ وَ = ـَـ ا" کے مطابق "واو متحرکہ ماقبل مفتوح الف میں بدل جاتی ہے اور مضارع "يَعْفُوْ" کی آخری واو کا ضمہ (ـُـ) بوجہ ثقل گرا دیا جاتا ہے) باب نصر سے آتا ہے جس کا عام ترجمہ "معاف کر دینا" کیا جاتا ہے اور جسے بعض دفعہ "درگزر کرنا' چھوڑ دینا اور جانے دینا" کی صورت بھی دیتے ہیں۔ لیکن دراصل یہ فعل متعدد معانی کے لئے ـــ لازم متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اور خود قرآنِ کریم میں بھی نہ صرف یہ فعل (عَفَا يَعْفُوْ) بلکہ اِس کا مصدر (اور اسم) "العَفْو" بھی کم از کم ایک سے زیادہ معنوں کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ بعض علماءِ لغہ اور اصحابِ معاجم نے اِس کے اصل اور بنیادی معنی کی نشاندہی کی ہے اور پھر اِس بنیادی معنی کا اِس فعل کے مختلف معانی سے تعلق کا بھی ذکر کیا ہے۔ مثلاً صاحب "لسان العرب" نے اِس کی اصل "مَحْو وَطَمْس" ("مٹانا"۔ "مٹ جانا"۔ خیال رہے مصدر معروف و مجہول کا ایک ہی ہوتا ہے) کو قرار دیا ہے۔ صاحب "المفردات" (راغب رحمۃ اللہ علیہ) نے اِس کی اصل "القَصد لتناول الشیءِ" (چیز کو لے لینے کا ارادہ کر لینا) بتائی ہے اور صاحب "مقاییس اللغۃ" (ابن فارس رحمۃ اللہ علیہ) نے اِس کی دو "اصلیں" (بنیادی معنی) بیان کی ہیں (جو باہم متضاد بھی ہیں) یعنی ترك الشیءِ و طلبُه (چیز کو چھوڑ دینا/ یا اسے طلب کرنا)۔ "طلب کرنا" والے معنی میں یہ فعل قرآنِ کریم میں استعمال نہیں ہوا۔

● اِس فعل مجرد کے چند اہم معانی اور استعمال کی صورتیں یوں ہیں :

(۱) مٹا دینا اور مٹ جانا (متعدی لازم ہر دو) کے لئے۔ کہتے ہیں "عفتِ الریحُ الآثارَ" (ہوا نے نشانات مٹا دیئے) اور "عفتِ الآثارُ/ عَفَا الاثرُ" (نشانات مٹ گئے/ نشان مٹ گیا)۔ راغب کے نزدیک اِس کا مطلب ہے : "گویا ہوا نے نشانیوں کو مٹانے کے لئے ہاتھ ڈالنے کا ارادہ کیا" یا "آثار/ اثر نے خود بوسیدگی اور نابود ہونے کا ارداہ کر لیا"۔ اور ابن فارس

رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "جب حفاظت و نگہداشت ترک کر دی تو گویا مٹا دیا--- یا جب کسی شے کی نگہداشت ترک کر دی گئی تو مٹ گئی" (تَرْك = چھوڑ دینا/ چھوڑ دیا جانا)۔

(۲) زیادہ کرنا' بڑھا دینا/ زیادہ ہو جانا۔ بڑھ جانا (متعدی نیز لازم) کے لئے۔ مثلاً کہتے ہیں "عَفَا الشیئَ" (چیز کو زیادہ کر دیا/ لمبا کر دیا/ چھوڑ دیا) مثلاً عفا الشَعرَ او النبتَ (بالوں یا پودوں (وغیرہ) کا کاٹنا چھانٹنا چھوڑ دیا' بڑھنے دیا' چنانچہ وہ بڑھ گئے/ لمبے یا زیادہ ہو گئے۔" اور اسی سے حدیث شریف میں آیا ہے قَصُّو الشَّوارِبَ وَاُعفُوا اللُّحٰی [مونچھوں (کے بالوں) کو کاٹو اور داڑھیوں (کے بالوں) کو لمبا ہونے دو (چھوڑ دو)] ۔ اور فعل کے لازم استعمال میں کہتے ہیں "عَفا الشیئُ (چیز زیادہ ہو گئی۔ یا ضرورت سے زائد ہو گئی) بظاہر "مٹا دینا/ مٹ جانا" اور "بڑھا دینا/ بڑھ جانا" لغتِ اضداد (یعنی ایک ہی لفظ کے دو ایسے معنی جو ایک دوسرے کے "اُلٹ" اور "ضد" ہوں) معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اگر بنیادی معنی (ترک کرنا/ چھوڑ دینا) کو سامنے رکھیں تو ایک معنی میں "حفاظت اور نگہداشت چھوڑ دینا" کا مفہوم اور دوسرے معنی میں "کانٹ چھانٹ اور قطع و برید کو چھوڑ دینا" کا مفہوم موجود ہے۔ لغت اضداد نہیں[۱]

(۳) "معاف کر دینا" کے معنی میں یہ فعل ہمیشہ متعدی استعمال ہوتا ہ (اور قرآنِ کریم میں یہ زیادہ تر ان ہی معنی کے لیے آیا ہے) اور اس مقصد کے لیے بنیادی طور پر اس کے دو مفعول ہوتے ہیں: جس کو معاف کیا جائے اور جو چیز (گناہ وغیرہ) معاف کی جائے۔ اور اس کیلئے کبھی ایک مفعول پر اور کبھی دوسرے مفعول پر (زیادہ تر تو) "عَن" لگتا ہے اور بعض دفعہ "لام الجر" (لِ) لگتا ہے۔ قرآنِ کریم میں "عَنْ" کا استعمال زیادہ آیا ہے اگرچہ ایک دفعہ لام (لِ) بھی آیا ہے---- ان (معاف کر دینے والے) معنی کے لئے یہ فعل کئی طرح استعمال ہوتا ہے' مثلاً کہتے ہیں "عَفا عنه" (اس نے اِس کو معاف کر دیا) اور "عفا عنه ذنبَه" (اس نے اس کو اس کا گناہ معاف کر دیا) اور "عفا عَن ذَنبِهٖ" (اس نے اس کے گناہ سے معافی دے دی) اور "عفا لَهٗ ذنبَه" (اس نے اس کے لئے (یعنی اس کو) اس کا گناہ معاف کر دیا) ان سب استعمالات میں "گناہ کی سزا ترک کر دینے" یا "گناہ کے نتائج مٹا دینے" یا "گناہ کے ازالہ کے ارادہ کرنے" کی صورت میں اصل بنیادی مفہوم (ترک/ محو/ قصد) موجود ہے۔

● عام عربی میں فعل مجرد کے علاوہ اِس سے مزید فیہ کے مختلف ابواب سے بھی متعدد اور مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تاہم قرآنِ کریم میں اِس کا استعمال صرف فعل مجرد ہی کی صورت میں ہوتا ہے۔ اِس فعل مجرد سے مختلف صیغے قرآنِ کریم میں ۲۷ مقامات پر وارد

[۱] دیکھئے "مقاییس اللغه" ج ۴' ص ۵۸

ہوئے ہیں' جن میں سے صرف ایک جگہ یہ "زادَوَ کَثُرَ" (زیادہ ہو جانا) کے معنی میں آیا ہے' باقی ۲۶ جگہوں پر یہ فعل "معاف کر دینا" والے معنی کے ساتھ ہی استعمال ہوا ہے اور ان میں سے صرف ایک جگہ اِس سے فعل مجہول لام الجر کے ساتھ (عُفِیَ لَهٗ کی صورت میں) آیا ہے۔ باقی ۲۵ مقامات پر اِس سے معروف کے صیغے ہی آئے ہیں۔ البتہ ان (۲۵) میں سے نو (۹) مقامات پر مفعول اوّل (جن کو معافی ملی) پر "عَنْ" کے استعمال (مثلاً عنکم۔ عنھم۔ عنكَ۔ عَنّا۔ عن طائفةٍ وغیرہ کی صورت میں) اور مفعول ثانی (جس بات کی معافی ملی) کے حذف کے ساتھ (فعل) آیا ہے۔ جبکہ آٹھ (۸) مقامات پر مفعول اوّل (جس کو معافی ملی) کے حذف اور مفعول ثانی (جس پر معافی ملی) پر "عن" کے استعمال (مثلاً عَمَّاسَلَفَ۔ عَنْ ذٰلِكَ۔ عَن سُوْءٍ/ السَّيِّئَاتِ اور عَنْ كَثِيرٍ کی صورت میں) کے ساتھ آیا ہے۔ باقی آٹھ مقامات پر یہ فعل مفعول اوّل و ثانی ہر دو کے حذف کے ساتھ استعمال ہوا ہے جو عبارت کے سیاق و سباق سے سمجھے جاتے ہیں۔ فاعل کا ذکر کبھی بطورِ اسم ظاہر (مثلاً الله) اور اکثر بصورتِ ضمیر فاعل آیا ہے۔

● اکثر مترجمین نے "فَاعْفُوْا" کا ترجمہ "پس/ سو/ تم معاف کرو" سے کیا ہے' بعض نے "معاف کرتے رہو" اختیار کیا ہے۔ اِس کے علاوہ "درگزر کرو" "چھوڑ دو" اور "جانے دو" سے بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ مفہوم ایک ہی ہے۔

● فعل کے مذکورہ بالا استعمالات کے علاوہ اِس مادہ (اور فعل مجرد) سے مشتق اور ماخوذ بعض کلمات (مثلاً العَفْوَ' عَفُوٌّ اور العَافِين) بھی آئے ہیں۔ ان سب پر حسب موقع بات ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

البتہ بر سبیل تذکرہ غالباً یہاں یہ بتانا مناسب ہوگا کہ اُردو میں عام استعمال ہونے والے بعض کلمات (مثلاً "معاف" "عافیت" اور "استعفاء" کا تعلق اسی مادہ (عفو) سے ہے' اگرچہ یہ الفاظ قرآنِ کریم میں استعمال نہیں ہوئے۔ کلمہ "معاف" اور (اس کا اُردو حاصل مصدر) "معافی" اردو میں اتنا متعارف ہے کہ فعل "عفا یعفو" کا ترجمہ ہی معاف کرنا' معافی دینا" کرنا پڑتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ بعض دفعہ عربی کے (بلحاظ اشتقاق) خاصے مشکل الفاظ اردو میں بغیر تکلف کے استعمال ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ لفظ (معاف) ہے جو دراصل "عفو" مادہ سے باب مفاعلہ "عَافَىٰ يُعَافِي مُعَافَاةً و عِفَاءً و عَافِيَةً" (صحت و تندرستی دینا/ چھوٹ دینا) کے یا تو مصدر (مُعافاة) کی بگڑی ہوئی شکل ہے یا اسی (باب مفاعلہ والے) فعل سے اسم الفاعل "مُعافِی" یا اسم المفعول "مُعافیً" کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ لفظ "عَافِية" (جس کی اردو فارسی املاء "عافیت" ہے) عربی کی طرح اُردو فارسی میں "صحت و تندرستی" کے معنی میں

متعارف ہے۔ بظاہر یہ لفظ فعل "عَفا یعفوُ" سے صیغہ اسم الفاعلۃ (مؤنث) ہے لیکن دراصل یہ باب مفاعلہ کا ایک مصدر ہے (جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے) باب مفاعلہ سے بعض مصادر "فاعلۃ" کے وزن پر بھی آجاتے ہیں۔ اور لفظ "استعفاء" (کام ترک کرنے کی اجازت چاہنا) تو جیسا کہ ظاہر ہے "عفو" سے باب استفعال کا مصدر ہے۔

❷ "وَاصْفَحُوا" کی ابتدائی "وَ" عاطفہ بمعنی "اور" ہے۔ اور "اِصْفَحُوا" (جو فعل امر حاضر جمع مذکر ہے اور جس کا ابتدائی مکسور ہمزۃ الوصل "و" کی وجہ سے تلفظ میں نہیں آتا) کا مادہ "ص ف ح" اور وزن "اِفْعَلُوا" ہے' اِس سے فعل مجرد "صَفَحَ یَصْفَحُ صَفْحًا" (باب فتح سے) آتا ہے اور اِس کے متعدد معانی اور استعمالات ہیں اور سب میں بنیادی معنی "الگ الگ پھیلانا اور چوڑا کرنا" کے ہیں مثلاً "صَفَحَ الْکَلْبُ ذِرَاعَیه" (کتے نے دونوں (اگلے) بازو پھیلا دیئے) اور "صفَح ورقَ المُصحَف" (اس نے قرآن مجید کا ایک ایک ورق پھیلاتے ہوئے سامنے سے گزارا یعنی دیکھ ڈالا) اور "صفَح الناسَ اَوِ القومَ" (اس نے لوگوں کو (بغرض معائنہ و پڑتال) ایک ایک کر کے سامنے پیش کیا)۔ تاہم قرآنِ کریم میں یہ فعل ان میں سے کسی بھی معنی کے لیے استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ قرآنِ کریم میں تو --- جہاں اِس فعل مجرد کے مختلف صیغے چھ جگہ آئے ہیں--- یہ فعل صرف ایک ہی معنی "درگزر کرنا/ خیال میں نہ لانا" کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یعنی یہ بھی گویا گزشتہ فعل (عفا یعفو) کے ہم معنی ہے اور (اس کی طرح) اس فعل کے ساتھ بھی "عن" استعمال ہوتا ہے مگر اس فرق کے ساتھ کہ "عفا یعفو" کے ساتھ بعض دفعہ دونوں مفعول (شخص اور گناہ) مذکور ہوتے ہیں (جیسے "عفا عنه ذنبَه" میں ہے) مگر اس فعل (صفَح یصفَح) میں "عن" کے بعد صرف ایک مفعول (شخص یا گناہ) ہی مذکور ہوتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں "صفَح عنه" (اس نے اس شخص سے درگزر کیا) یا کہتے ہیں "صفَح عَن ذنبِهٖ" (اِس نے اِس کے گناہ سے درگزر کیا) یعنی اِس فعل میں "صفَح عنه ذنبَه" نہیں کہتے۔ البتہ جب "عن" ساتھ استعمال نہ ہو تو دونوں افعال (عفا اور صفَح) کے دونوں مفعول محذوف بھی کر دیئے جاتے ہیں جیسے زیر مطالعہ دونوں کے صیغہ امر "فاعفُوا وَاصفَحوا" (معاف کر دو/ درگزر کر دو) میں یہ نہیں بتایا گیا کہ کس کو معاف کرو اور کیا معاف کرو؟ البتہ یہ بات سیاق عبارت سے سمجھی جا سکتی ہے۔

● ہم معنی اور مترادف ہونے کے باوجود "عَفْوٌ" اور "صَفْحٌ" میں ایک لطیف فرق ہے "عفو" (عفا یعفو) کا مطلب ہے "ترکِ عقوبت" یعنی کسی کو اس کے جرم و گناہ کی سزا کا ارادہ ترک کر دینا" جب کہ "صفْح" (صفَح یصفَح) کا مطلب ہے ترکِ تثریب یعنی گناہ

گار اور مجرم کو ملامت اور سرزنش بھی نہ کرنا۔ اور اسی لیے صاحب المفردات نے لکھا ہے کہ "صفح" "عفو" سے بھی بڑا طرزِ عمل ہے کیونکہ کتنی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کسی کو (سزا) معاف تو کر دیتا ہے مگر ملامت کر گزرتا ہے۔ یعنی ترکِ عقوبت قدرے آسان ہے مگر "ترکِ ملامت" نسبتاً مشکل اور زیادہ بلند ہمتی کا کام ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم میں اکثر جگہ "عفو" کے معابعد "صفح" کا حکم آیا ہے۔

اِس فعل کے مصدر (صَفْح) کا بطورِ اسم استعمال "کسی چیز کی چوڑائی جو آپ کے سامنے ہو" کے لیے ہوتا ہے اور اسی لیے "صفحٌ" کے معنی "جانب" اور "طرف" کے ہوتے ہیں اور "صفح" اور "صفحة" رخسار کو بھی کہتے ہیں۔ کسی ورق کے دونوں صفحے عربی میں "صفحتان" اور "صفحتا الورقة" کہلاتے ہیں اور یہ لفظ (صفحة) ہماری روزمرہ کی زبان میں مستعمل ہے۔ اِس طرح اِس فعل "صفح یصفح" کے مفہوم کی اصل یہی ہے کہ گویا سزا بلکہ ملامت سے بھی چہرہ دوسری طرف کر لیا جائے یعنی چہرے سے بھی ملامت ظاہر نہ کی جائے۔

● عام عربی میں اِس مادہ (ص ف ح) سے فعل مجرد کے علاوہ مزید فیہ کے مختلف ابواب سے بھی فعل مختلف معانی کے لیے استعمال ہوتے ہیں (جو ڈکشنریوں میں دیکھے جا سکتے ہیں) تاہم قرآنِ کریم میں اِس سے صرف فعل مجرد کے ہی چند صیغے چھ جگہ آئے ہیں اور ان میں سے صرف ایک جگہ یہ فعل "عن" کے ساتھ آیا ہے' باقی مقامات پر "عن" محذوف ہے' یعنی مفعول (شخص یا گناہ) غیر مذکور ہے' تاہم سیاق عبارت سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اور ان چھ میں سے چار مقامات پر "عفو" اور "صفح" سے صیغہ امر معاً مذکور ہوئے ہیں۔ اکثر مترجمین نے "اصفحوا" کا ترجمہ "درگزر کرو" سے ہی کیا ہے' صرف ایک ترجمہ میں "خیال نہ کرو" آیا ہے جس میں ترکِ ملامت کا مفہوم واضح ہے۔

۳ "حتّٰی" (یہاں تک کہ / جب تک کہ نہ) "حتی" کے معانی اور استعمالات پر مفصل بات البقرہ : ۵۵ [۲:۳۵:۱(۲)] میں گزر چکی ہے۔

۴ "یَاْتِیَ اللّٰہُ...." (اس کا ترجمہ اِس سے اگلی عبارت (بامرہ) کے ساتھ مل کر ہی ممکن ہوگا)۔ اِس میں دوسرے حصّہ اسم جلالت (اللہ) کی لغوی بحث اگر دیکھنا ہی چاہیں تو بحث بِسْمِ اللّٰہ [۱:۱:۱(۲)] میں دیکھ لیجئے۔

● پہلے حصّہ "یَاْتِیَ" کا مادہ "أ ت ی" اور وزن "یَفْعِلُ" ہے۔ یعنی یہ اِس مادہ سے فعل مجرد کا صیغہ مضارع منصوب ہے (نصب پر بات آگے "الاعراب" میں ہوگی) اِس فعل مجرد "أَتَیَ

يَأْتِي = آنا۔ کرنا" کے معنی اور استعمال پر سب سے پہلے البقرہ : ۲۳ [۲:۱۷:۱(۴)] میں (کلمہ "فَأْتُوا" کے ضمن میں) بات ہو چکی ہے۔ اِس کے بعد اِس فعل کے متعدد صیغے گزر چکے ہیں مثلاً "اُتُوا" [۲:۱۸:۱(۸)] میں۔ "يَأْتِيَنَّ" البقرہ : ۳۸ [۲:۲۷:۱(۲)] میں "يَأْتُوا" [۲:۵۲:۱(۵)] اور "نَأْتِ" ابھی اوپر گزرا ہے [۲:۱۷:۱(۴)] میں۔ اس فعل پر باء (بِ) لگنے سے اِس کے معنی میں تبدیلی (یعنی اَتی بِ..... = لانا۔ لے آنا) کی بات بھی ہوئی تھی۔

❺ "بِأَمْرِهٖ" جو بِ + امر + ہ کا مرکب ہے اِس میں آخری ضمیر مجرور "ہ" (بمعنی .... اِس کا/ اپنا) ہے اور ابتدائی باء (بِ) وہی صلہ ہے جو فعل اتی یاتی (بمعنی "آنا") پر لگ کر اِس میں "لانا۔ لے آنا" کے معنی پیدا کرتا ہے۔ باقی لفظ "امر" جس کا مادہ اور وزن بالکل ظاہر ہیں (ا م ر" سے فَعْلٌ یہ اِس مادہ سے فعل مجرد "امر یامر = حکم دینا" کا مصدر ہے جو زیادہ تر بطورِ اسم استعمال ہوتا ہے۔ فعل مجرد (امر یامرُ) کے معنی اور استعمال پر سب سے پہلے البقرہ : ۲۷ [۲:۱۹:۱(۱۶)] میں بات ہوئی تھی۔ اور اِس کے بعد اِس کے متعدد صیغہ ہائے فعل گزر چکے ہیں مثلاً "تَأْمُرُونَ" البقرہ : ۴۴ [۲:۲۹:۱(۶)] سے متصل پہلے۔ اور "تُؤْمَرُونَ" البقرہ : ۶۸ [۲:۴۳:۱(۸)] کے متصل بعد گزرا ہے۔

● کلمہ "أَمْر" ایک کثیر الاستعمال اور متعدد معانی کا حامل لفظ ہے۔ قرآنِ کریم میں یہ لفظ کم و بیش ڈیڑھ سو جگہ آیا ہے۔ اور کم از کم دس کے قریب متنوع معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ان مختلف معانی کو بلحاظ اصل دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے' بلکہ اِس کے استعمالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اِس کا ایک طرح سے بنیادی (یا جامع) ترجمہ بھی (یوں تو صرف) دو لفظوں میں کیا جا سکتا ہے یعنی ❶ حکم اور ❷ معاملہ۔ باقی تراجم ان کی فرع (قسم) ہیں۔

● پہلے معنی (حکم) کا تعلق اِس مادہ کے فعل مجرد (اَمَر = حکم دینا) سے ہے' یعنی یہ اِس فعل کا مصدر بھی ہے اور بطورِ حاصل مصدر یا اسم مصدر بھی استعمال ہوتا ہے۔ گرائمر میں جسے ہم امر و نہی (فعل) کہتے ہیں' شرعی یا قانونی اعتبار سے وہ دونوں "حکم" ہی ہوتے ہیں۔ اِس اصل کی بناء پر لفظ "امرٌ" کے تراجم (بلحاظ استعمال) "فرمان' فرمانروائی۔ حکومت۔ حکمرانی۔ اختیار۔ فیصلہ" کی صورت میں بھی کئے جا سکتے ہیں اور کئے گئے ہیں۔ ان سب میں مشترک مفہوم "حکم" کا ہے۔ ان معنی میں امر کی جمع "اَوَامِر" آتی ہے (تاہم یہ جمع قرآنِ کریم میں استعمال نہیں ہوئی)

● دوسرے معنی (معاملہ) کا بظاہر تو اِس مادہ (ا م ر) کے کسی فعل سے تعلق نہیں ہے۔ البتہ (شاید) یہ کہہ سکتے ہیں کہ جن کاموں کے بارے میں "حکم" دیا جاتا ہے یا کسی "حکم" کے نتیجے میں جو باتیں یا چیزیں سامنے آتی ہیں ان ہی کو "معاملہ" یا "معاملات" کہتے ہیں' جس کے لیے

فارسی میں "کار" اور انگریزی میں affair یا matter استعمال ہوتے ہیں۔ اِس مفہوم میں لفظ "اَمر" کی جمع "اُمور" آتی ہے (اور خود یہ جمع بھی قرآنِ کریم میں ۱۳ جگہ آئی ہے) بلکہ یہ لفظ (امور بمعنی "معاملات") اردو میں بھی مستعمل ہے۔

● اور چونکہ لفظ "معاملہ" ہر طرح کے اقوال و افعال کے لیے عام ہے' اِس لیے--- موقع استعمال کے لحاظ سے--- لفظ "اَمر" کا ترجمہ "کام۔ بات۔ چیز۔ خبر۔ واقعہ۔ حالت۔ حال۔ قدرت۔ مشیت۔ مرضی۔ رائے۔ خواہش اور ارادہ" کی صورت میں کیا جا سکتا ہے اور کیا گیا ہے۔ اور بعض دفعہ ایک ہی جگہ دو مختلف معانی بھی لئے جا سکتے ہیں۔

● یوں اِس پورے [۲:۶۶:۱(۵)] والے حصّہ عبارت (فاعفوا و اصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ) کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "پس/ سو/ تم معاف کر دو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ لائے حکم اپنا" جس کی سلیس صورت "سو معاف کرو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے" ہے۔ بعض نے "فَاعْفُوا" کے لیے "جانے دو۔ چھوڑ دو" (جس میں "ترک کرنا" کا مفہوم ہے) اختیار کیا ہے۔ "حتی" کا ترجمہ بعض نے "تاآنکہ" سے کیا ہے جو اصل سے بھی مشکل ہے۔ بعض نے اِس کا ترجمہ "جب تک" سے کیا ہے مگر پھر اردو محاورے کے مطابق فعل (یاتی) کے ترجمہ پر "نہ" نہیں لگایا۔ بلکہ شاید "اُس وقت تک جب کہ" کے مفہوم کی بناء پر صرف "لائے" سے ہی ترجمہ کیا ہے۔ بیشتر مترجمین نے "لائے" کی بجائے "بھیج/ بھیج دے" کو لیا ہے جو بلحاظ مفہوم اچھا ترجمہ ہے اگرچہ لفظ سے ذرا ہٹ کر ہے۔ بعض نے تعظیماً (حکم) "صادر فرمائے/ بھیجے" سے ترجمہ کیا ہے۔ جب کہ بعض نے "حکم" کے ساتھ "دوسرا" یا "کوئی اور" کا اضافہ کیا ہے۔ سیاق عبارت کا تقاضا ہے۔

۲ : ۶۶ : ۱(۶) [اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ]

بعینہٖ یہی (پوری) عبارت سب سے پہلے البقرہ : ۲۰ [۲:۱۵:۱(۱۰-۱۱)] میں آئی تھی جہاں اِس کے تمام کلمات پر مفصل بات ہوئی تھی۔ اور پھر معمولی فرق کے ساتھ یہی عبارت البقرہ : ۱۰۶ [۲:۱۴:۱(۳)] میں بھی زیر بحث آئی تھی۔

۲ : ۶۶ : ۱(۷) [وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ]

ٹھیک یہی عبارت سب سے پہلے البقرہ : ۴۳ میں [۲:۲۹:۱۱(۲)] کے آخر پر اور پھر [۲:۲۹:۱(۳-۴)] میں گزر چکی ہے جہاں اِس عبارت کے کلمات پر بات ہوئی تھی۔ اِس کا عام لفظی ترجمہ بنتا ہے "اور قائم رکھو نماز کو اور دو/ ادا کرو زکوٰۃ"۔ جسے "اقامۃ الصلٰوۃ" کے جامع

مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے (جس پر سب سے پہلے البقرہ : ۳ [۲: ۲: ۱ (۳-۴)] میں مفصل بات ہوئی تھی) "نماز/ کی پابندی رکھو/ ادا کرتے رہو/ درست رکھو/ پابندی سے پڑھو/ اور زکوٰۃ دیتے رہو" کی صورت میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ "صَلٰوۃ" کا ترجمہ بصورت "نماز" کرنے کی وجہ بھی [۲: ۲: ۱ (۴)] میں اور "زکوۃ" کا ترجمہ نہ کرنے کی وجہ [۲: ۲۹: ۱ (۴)] میں بیان ہو چکی ہے۔ ضرورت ہو تو ان مقامات پر دوبارہ نظر ڈال لیجئے۔

۲ : ۶۶ : ۱ (۸) [وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ....]

دراصل یہ شرط اور جوابِ شرط پر مبنی پورے جملے کا صرف ابتدائی حصّہ (بیانِ شرط) ہے۔ لہٰذا اِس کے پورے ترجمہ پر اگلی عبارت (بقایا) کی وضاحت کے بعد بات ہوگی۔ پہلے ہم اِس (زیر مطالعہ) حصّہ عبارت کے کلمات کی لغوی بحث کو لیتے ہیں۔ تمام کلمات براہ راست (موجودہ شکل میں) یا بالواسطہ (بلحاظ مادہ) پہلے گزر چکے ہیں۔

❶ "وَ" مستانفہ ہے اسی لئے اِس سے سابق جملے کے آخر پر وقفِ مطلق کی علامت (ط) لگی ہے۔ ترجمہ "اور" ہی ہوگا۔

❷ "مَا" یہاں موصولہ شرطیہ ہے جس کا ترجمہ تو "جو کچھ بھی کہ" ہے، مگر بیشتر مترجمین نے صرف "جو کچھ" یا "جو" پر ہی اکتفا کیا ہے۔

❸ "تُقَدِّمُوا" کا مادہ "ق د م" اور وزن "تفعلوا" ہے جو اِس مادہ سے بابِ تفعیل کے فعل مضارع مجزوم (جزم کی وجہ آگے "الاعراب" میں بیان ہوگی) کا صیغہ جمع حاضر مذکر ہے۔ اِس مادہ سے فعل مجرد متعدد ابواب سے، بعض خاص صلات کے ساتھ یا کسی صلہ کے بغیر بھی بطور فعل لازم و متعدی مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کے باب، معنی اور استعمالات پر البقرہ : ۹۵ [۲: ۵۸: ۱ (۴)] میں بات ہوئی تھی۔ اور وہیں اِس سے بابِ تفعیل کے فعل "قَدَّمَ يُقَدِّمُ تَقْدِيماً" کے معانی (= آگے کرنا/ لانا/ بھیجنا/ پیش کرنا/ آگے ہونا/ بڑھنا/ پہل کر جانا وغیرہ) بھی زیر بحث آ چکے ہیں۔ یعنی اِس فعل کے متعدی اور لازم استعمال کا بھی ذکر ہوا تھا۔ یہاں ہم اِس فعل (جس سے ایک صیغہ فعل (..... تُقَدِّمُوا....) اِس وقت زیر مطالعہ ہے) کے قرآنی استعمال کے متعلق چند اُمور (مزید) بیان کرنا چاہتے ہیں)۔

● متعدی استعمال کی صورت میں اِس کا مفعول براہ راست (بنفسہٖ) آتا ہے جس کی کم از کم چار قرآنی مثالیں موجود ہیں (ص : ۶۰، ۶۱ المجادلہ : ۱۲، ۱۳)۔ ویسے یہ فعل قرآنِ مجید میں بطور متعدی قریباً ۲۵ جگہ آیا ہے، بعض مقامات پر (مثلاً البقرہ : ۲۲۳ اور الفجر : ۲۴) اِس کا مفعول محذوف (غیر مذکور) ہے اور بیشتر مقامات پر مفعول مقدّم (یعنی فعل سے پہلے) بصورت "ما"

(صلہ موصول ہو کر) آیا ہے اور ہر جگہ ضمیر عائد محذوف ہے۔ اور اکثر اِس (مفعول محذوف یا بصورتِ صلہ موصول) سے مراد انسان کے اعمال اور افعال ہوتے ہیں' جیسے یہاں زیر مطالعہ عبارت میں "وَمَا تُقَدِّمُوا....." آیا ہے جس کا ترجمہ بنتا ہے "اور جو کچھ بھی کہ تم آگے / پہلے بھیجو گے / بھیج دو گے"۔ (یعنی اعمال)

❹ "لِاَنْفُسِكُمْ" جو لام الجر (لِ = کے لئے) + انفس (جانیں) + ضمیر مجرور "كُمْ" (بمعنی تمہاری / اپنی) کا مرکب ہے۔ لام الجر کے معانی اور استعمالات پر مفصل بات الفاتحہ : ۲ [۱:۲:۱(۲)] میں گزری ہے۔

● لفظ "اَنْفُس" جمع مکسر ہے جس کا واحد "نَفْسٌ" (بمعنی "جان") ہے۔ اِس کلمہ (اَنْفُس) اور اِس کے واحد (نَفْس) کے مادہ' باب' فعل اور معانی وغیرہ پر سب سے پہلے البقرہ : ۹ [۲:۸:۱(۴)] میں بات ہو چکی ہے اور اس کے بعد سے یہ دونوں لفظ اب تک متعدد بار آ چکے ہیں۔ یوں اِس حصّہ عبارت (لِاَنْفُسِكُمْ) کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "واسطے اپنی جانوں کے"۔ جسے سلیس اور بامحاورہ کرتے ہوئے "اپنی جانوں کے لئے / اپنے واسطے / اپنے لئے" کی شکل دی گئی ہے۔ بعض نے--- غالبًا آگے آنے والے لفظ "خیر" کی مناسبت سے--- "اپنی بھلائی کے لئے" سے ترجمہ کیا ہے' جو بلحاظ مفہوم ہی درست ہے۔

❺ "مِنْ خَيْرٍ" یہ دونوں لفظ متعدد بار گزر چکے ہیں۔ "مِنْ" کے استعمال پر البقرہ : ۳ [۲:۲:۱(۵)] میں بات ہوئی تھی۔ اور کلمہ "خیر" پر بحث البقرہ : ۵۴ [۲:۳۴:۱(۵)] میں دیکھئے۔ یہاں یہ لفظ اسم تفضیل کے طور پر نہیں بلکہ عام اسم (ذات) کے طور پر "بھلائی یا نیکی" کے معنٰی میں آیا ہے یا اسے اسم صفت (بمعنی اچھا' عمدہ) بھی سمجھ سکتے ہیں مگر اِس صورت میں اِس کا ایک موصوف (مثلاً "عمل") محذوف سمجھنا پڑے گا' جبکہ اسم ذات کے طور پر لینے میں کسی مقدر یا محذوف کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح "مِنْ" یہاں بیانیہ بھی ہو سکتا ہے جس میں ابتدائی "مَا" (جو کچھ بھی کہ) کا بیان یا وضاحت ہے۔ اِس لئے اِس کا ترجمہ "از قسم / کی قسم سے" ہو سکتا ہے اور اِس "من" کو تبعیض کے لئے بھی لے سکتے ہیں۔ اِس صورت میں اِس کا ترجمہ "...... کا کچھ بھی'..... میں سے کچھ بھی" ہو سکتا ہے۔ اِس طرح یہاں "مِنْ خَيْرٍ" ترجمہ "از قسم نیکی / بھلائی کی قسم سے" بھی ہو سکتا ہے اور بصورت "کسی نیکی سے کچھ بھی"---- اور دونوں قسم کے تراجم کو سلیس و بامحاورہ بنانے کے لئے صرف "بھلائی / نیک کام" کی صورت میں ترجمہ کیا گیا ہے' جو بلحاظ مفہوم درست ہے' اگرچہ اِس میں ترکیب الفاظ کی باریکی کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔

● یوں اِس پورے حصّہ عبارت (وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ) کا لفظی ترجمہ بنے گا "اور جو کچھ بھی کہ تم آگے بھیجو گے واسطے اپنی جانوں کے بھلائی کی قسم سے کچھ بھی"..... جس کو سلیس و بامحاورہ بنانے کے لئے بعض نے تو اصل عربی میں عبارت کی مجموعی ترتیب کو مدنظر رکھتے ہوئے اور صرف "من خیر" کے ترجمہ میں اختصار سے کام لیتے ہوئے ترجمہ "جو کچھ آگے بھیجو گے/ بھیج دو گے اپنے واسطے/ اپنے لئے بھلائی" کی صورت میں کیا ہے۔ اکثر نے اردو کے جملہ فعلیہ کو سامنے رکھتے ہوئے فعل کا ترجمہ آخر پر کرنے کے علاوہ اصل عربی عبارت (کی ترکیب و ترتیب) کو بھی آگے پیچھے کر دیا ہے (نیز دیکھئے حصّہ "الاعراب") مثلاً بعض نے "مَا" کے بعد پہلے "مِنْ خَيْرٍ" سے ابتداء کرتے ہوئے پھر "لِاَنْفُسِكُمْ" کو لیا ہے اور آخر پر تُقَدِّمُوا کو۔ اور یوں ترجمہ بنا: "جو کچھ بھلائی اپنے لئے/ اپنے واسطے آگے/ پہلے سے بھیجو گے/ بھیج دو گے"۔ اور اسی کو بعض نے "جو نیک کام بھی اپنی بھلائی کے واسطے/ لئے آگے بھیجو گے/ جمع کرتے رہو گے" کی صورت دی ہے۔ اِس میں "اپنے لئے" کی بجائے "اپنی بھلائی کے لئے" اور "بھیجو گے" کی بجائے "جمع کرتے رہو گے" ایک طرح سے تفسیری ترجمہ ہے جو بلحاظ مفہوم ہی درست ہے' ورنہ اصل عبارت سے ذرا ہٹ کر ہے۔ اسی طرح بعض نے "لانفسکم" سے ابتدا کرتے ہوئے ترجمہ کو "اور اپنی جانوں کے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے" کی شکل دی ہے۔ تمام تراجم بلحاظ مفہوم یکساں ہیں اور اصل (عربی) نص اور (اردو) محاورے میں توازن رکھنے کی کوششوں کا ایک مظہر (یا نمونہ) ہیں۔

٢ : ٦٦ : ١(٩) [...... تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ]

یہ سابقہ جملے (وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ) کا ہی ایک حصّہ (جوابِ شرط) بنتا ہے۔

❶ "تَجِدُوْهُ" کی آخری "هُ" تو ضمیر منصوب (بمعنی "اس کو") ہے اور "تَجِدُوا" (ضمیر مفعول کے بغیر لکھنے پر فعل کی واو الجمع کے بعد الف الوقایۃ لکھنا ضروری ہے) کا مادہ "و ج د" اور وزنِ اصلی "تَفْعِلُوْا" ہے' یعنی یہ اِس کے فعل مجرد سے صیغہ مضارع معروف مجزوم ہے (جزم کی وجہ "الاعراب" میں دیکھئے) گویا یہ دراصل "تَوْجِدُوْنَ" تھا۔ پھر مثال واوی اور باب ضرب سے ہونے کے باعث مضارع معروف میں "و" (فاء کلمہ) گر جاتی ہے اور مجزوم ہونے کی بنا پر آخر کا نون اِعرابی (صیغہ جمع مذکر والا) گر گیا۔ یوں اب اِس کا وزن "تَعِلُوْا" رہ گیا ہے۔

● اِس مادہ سے فعل مجرد وَجَدَ يَجِدُ کے باب' معانی اور استعمال وغیرہ البقرہ : ٩٦ [٢:٥٩: ١(ا)] میں بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں "تَجِدُوْهُ" کا ترجمہ "تو تم پاؤ گے اِس کو" بنتا ہے۔ "تو" کا

اضافہ جوابِ شرط ہونے کی وجہ سے ہے' جسے محاورے کی وجہ سے اکثر نے نظر انداز کرتے ہوئے ترجمہ "پاؤ گے اِس کو/ وہ پاؤ گے/ اِس کو پا لو گے/ اسے پاؤ گے/ پا لو گے" کی صورت میں کیا ہے۔ بعض نے "اس کا ثواب پاؤ گے" کیا ہے جو تفسیری ترجمہ ہے اور بلحاظِ مفہوم ہی درست ہے۔

❷ "عِنْدَ اللّٰهِ" (اللہ کے پاس/ ہاں) کلمہ "عِنْدَ" کے معنی و استعمال وغیرہ کے لئے دیکھئے البقرہ : ۵۴ [۲: ۳۴: ۱(۶)] اور اِس کے بعد سے یہ لفظ مختلف تراکیب میں کم از کم دس دفعہ گزر چکا ہے۔ بعض نے اِس جزء (عند اللہ) کے ترجمہ میں اسم جلالت (اللہ) کے لئے بھی ہمارے ہاں عام متداول فارسی لفظ "خدا" استعمال کیا ہے' تاہم اکثر نے اصلی عربی لفظ کو ہی لیا ہے اور یہی بہتر ہے۔

● یوں اِس جوابِ شرط حصہ عبارت (---تَجِدُوْهُ عِنْدَاللّٰهِ) کا ترجمہ بنا "تو تم پاؤ گے اِس کو اللہ کے پاس/ ہاں" جسے بیشتر حضرات نے اردو کے جملہ فعلیہ کی ساخت کو ملحوظ رکھتے ہوئے فعل کا ترجمہ آخر پر کیا ہے۔ یعنی "اسے/ اِس کو/ اللہ/ خدا/ کے ہاں/ یہاں/ پاس/ پاؤ گے/ پا لو گے" کی صورت میں۔ اکثر نے ضمیر فاعلین "تم" کا ترجمہ نہیں کیا کیونکہ وہ اُردو کے صیغہ فعل سے خودبخود سمجھی جاتی ہے۔

اب آپ عبارت کے ان دونوں حصوں (نمبر۸' نمبر۹ بالا) --- جو مل کر مکمل جملہ شرطیہ بنتا ہے--- کا ترجمہ بآسانی کرسکتے ہیں۔

۲ : ۶۶ : ۱(۱۰) [اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ]

اِس جملے کے تمام الفاظ پہلے گزر چکے ہیں' بلکہ تھوڑے سے فرق کے ساتھ قریباً یہی جملہ (بصورت "وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ" اس سے پہلے البقرہ : ۹۶ [۲: ۵۹: ۱(۶)] میں گزرا ہے۔

❶ "اِنَّ اللّٰهَ" (بے شک اللہ تعالیٰ) "اِنَّ" حرف مشبہ بالفعل کہلاتا ہے' پہلی دفعہ البقرہ : ۶ [۲: ۵: ۱] میں گزرا ہے۔

❷ "بِمَا" (اس کو جو کہ)۔ اِس کی باء (بِ) تو فعل "بَصُرَبِهٖ" (اسے دیکھا) کے صلہ والی ہے اور "ما" موصولہ ہے جو کئی دفعہ گزری ہے۔

❸ "تَعْمَلُوْنَ" (تم کرتے ہو۔ کام کرتے ہو) اِس کے فعل مجرد "عمل" (سمع سے) کے معنی باب وغیرہ پر البقرہ : ۲۵ [۲: ۱۸: ۱(۲)] میں بات ہوئی تھی۔ اور "بِمَا تَعْمَلُوْنَ" کا

مصدریت کے ساتھ ترجمہ "تمہارے کام" بھی ہو سکتا ہے۔

(۴) "بَصِیْرٌ" (خوب دیکھنے والا۔ ہر وقت دیکھنے والا) جیسا کہ ظاہر ہے اِس کا مادہ "ب ص ر" اور وزن "فَعِیْلٌ" ہے جو فعل مجرد "بَصِرَہٗ / بَصُرَ بِہٖ" (.... کو دیکھ لینا / دیکھنا) سے صفت مشبہ ہے۔ اِس فعل کے استعمال پر بات البقرہ : ۷ [۲:۶:۱(۴)] میں اور پھر البقرہ : ۱۷ [۲:۱۳:۱(۱۱)] میں ہو چکی ہے۔

صفت مشبہ ہونے کی بنا پر "بَصِیْرٌ" کا ترجمہ ہے "خوب اچھی طرح اور ہر وقت دیکھنے والا"۔

● اِس طرح اِس حصّہ عبارت (اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ) کا لفظی ترجمہ ہوگا "بے شک اللہ تعالیٰ اِس کو جو کہ تم کرتے ہو اچھی طرح دیکھنے والا ہے" جسے بامحاورہ و سلیس کرنے کے لئے "یقیناً تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اِس کا خوب دیکھنے والا ہے" کی صورت بھی دی گئی ہے۔ تاہم بعض نے "بَصِیْرٌ" کا ترجمہ صفت مشبہ کی طرح کرنے کی بجائے صیغہ فعل (یَبْصُرُ بِ....) کی طرح کیا ہے یعنی "دیکھتا ہے" البتہ بیشتر حضرات نے صفت مشبہ کے دوام اور استمرار والے مفہوم کو "دیکھ رہا ہے" کی صورت میں ظاہر کیا ہے اور اکثر نے "بِمَا تَعْمَلُوْنَ" (جو کچھ بھی تم کرتے ہو) کا ترجمہ---- "مَا" کو مصدریہ سمجھتے ہوئے---- تمہارے کام / تمہارے کاموں کو / تمہارے سب کاموں کو / تمہارے سب کئے ہوئے کاموں کو" کی صورت میں کیا ہے۔ اور قریباً سب نے ہی عربی عبارت کی ترتیب کے مطابق ابتداء "بے شک اللہ / خدا" سے ہی کی ہے (البتہ ایک مترجم نے محاورہ ہی کی بناء پر ترجمہ کے الفاظ میں تقدیم و تاخیر کی ہے یعنی "یقیناً جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اِس کو خوب دیکھنے والا ہے)۔ اِس طرح عبارت کے اکثر تراجم کی مجموعی صورت کچھ یوں بنتی ہے---- "یقیناً / بے شک اللہ / خدا / جو کچھ بھی تم کرتے ہو / تمہارے کام / کاموں کو / سب کاموں کو / تمہارے کئے ہوئے کاموں کو دیکھتا ہے / دیکھ رہا ہے / کی دیکھ بھال کر رہا ہے"۔

(جاری ہے)

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔